9

حقیقی عبادت

(فرمودہ ۵ مارچ ۱۹۲۶ء)

تشہد، تعوذ اور سورۂ فاتحہ کی تلاوت کے بعد فرمایا:

قرآن کریم میں اس کی ام الکتاب یعنی سورہ فاتحہ سے ہمیں معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی تقدیر اور قدرت ہمیشہ جاری رہتی ہے۔ دنیا میں دو قسم کے لوگ ہوتے ہیں۔ بعض خیال کرتے ہیں۔ کہ دنیا میں جو کچھ کرتا ہے انسان ہی کرتا ہے۔ خدا تعالیٰ کا اس کے اعمال سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ اور بعض ایسے ہیں۔ جو یہ خیال کرتے ہیں کہ سب کچھ خدا تعالیٰ ہی کرتا ہے۔ بندہ کا اپنے اعمال سے کوئی تعلق اور واسطہ نہیں ہے۔ خدا تعالیٰ قرآن کریم میں ان دونوں خیالوں کو رد فرماتا ہے۔ چنانچہ سورہ فاتحہ میں ہی خدا تعالیٰ فرماتا ہے۔ کہو ایاک نعبد کہ ہم تیری ہی عبادت کرتے ہیں۔ تیری ہی بندگی اور عبودیت اختیار کرتے ہیں۔ اب یہ دیکھنا چاہئے کہ عبودیت کیا ہوتی ہے، عبودیت کے یہ معنی نہیں کہ کوئی انسان نماز پڑھ لے۔ کیونکہ خدا تعالیٰ کو کسی کے نماز پڑھنے یا نہ پڑھنے سے کیا تعلق۔ کیا کوئی ایسا شخص ہو سکتا ہے جو یہ کہے فلاں میرا غلام ہے۔ کیونکہ وہ دن میں ایک دفعہ یا دو دفعہ یا تین دفعہ یا چار دفعہ سلام کر جاتا ہے۔ نماز کیا ہے؟ خدا تعالیٰ کے حضور سلام اور حاضری ہے۔ پھر کیا کبھی کوئی حاضری اور سلام سے غلام کہلا سکتا ہے۔ اگر کوئی شخص کسی کو ایک دو بار نہیں بلکہ دس بیس دفعہ سلام کر جاتا ہے۔ لیکن اس کے احکام کی پابندی نہیں کرتا تو وہ کبھی اس کا غلام نہیں کہلا سکتا۔ پس جب خدا تعالیٰ سورہ فاتحہ میں یہ سکھاتا ہے۔ کہ کہو ایاک نعبد کہ ہم تیری ہی عبادت کرتے ہیں۔ تو اس کا یہ منشا نہیں ہو سکتا۔ کہ کوئی نماز پڑھ لے اور کچھ نہ کرے تو وہ عبد بن جائے گا۔ کیونکہ ۲۴ گھنٹہ میں ۵ دفعہ سلام کو جانا عبودیت نہیں کہلا سکتی۔ اتنی عبودیت تو دوست اپنے دوستوں کی یا محلہ والے ایک دوسرے کی بھی کر لیتے ہیں۔ جب دن میں ایک دوسرے کو سلام کر لیتے ہیں۔

اس سے معلوم ہوا کہ خدا تعالیٰ نے جس عبودیت کا حکم دیا ہے۔ وہ اور ہی رنگ کی عبودیت ہے۔ جس کے متعلق بندہ کہتا ہے کہ وہ اتنی بڑھی ہوئی ہے اتنی بڑھی ہوئی ہے کہ اس کے مقابلہ میں یہ کہنا کہ کسی اور کی بھی اطاعت کرتا ہوں غلط ہے۔ کیونکہ ایاک نعبد کے یہ معنی ہیں کہ انسان کہتا ہے میں تیری ہی عبادت کرتا ہوں لیکن اگر اس سے خدا تعالیٰ کے حضور حاضری اور سلام ہی مراد ہے۔ تو اس سے زیادہ تو ایک انسان دن رات میں دوستوں سے ملاقات کرلیتا ہے۔ اور اس کی بنا پر تو انسان یہ بھی نہیں کہہ سکتا کہ اے خدا میں دوسروں کے مقابلہ میں تیرے لئے زیادہ وقت دیتا ہوں۔ اور تیری ہی عبادت کرتا ہوں اور کسی کی نہیں کرتا۔ کیونکہ اس قسم کی اطاعت تو وہ دوسروں کی بھی کرتا ہے۔ وہ جتنا وقت خدا تعالیٰ کے حضور حاضر ہونے میں صرف کرتا ہے۔ اس سے زیادہ دوستوں کی صحبت میں گذارتا ہے۔ اور اگر انسان دیکھے تو اسے معلوم ہو جائے کہ دوسروں کے لئے وہ خدا تعالیٰ کی نسبت بہت زیادہ وقت صرف کرتا ہے۔ اگر وہ کسی جگہ نوکر ہے تو اس کا اکثر حصہ وقت اپنے آقا کی خدمت میں صرف ہوتا ہے اور اگر اس کے آقا کی خدمت کا وقت اور خدا تعالیٰ کی حاضری کا وقت دیکھا جائے۔ تو معلوم ہو گا کہ وقت کا اعلیٰ حصہ اور مقدار کے لحاظ سے زیادہ حصہ آقا کی خدمت میں صرف ہو گا بہ نسبت خدا تعالیٰ کے وقت کے۔ اور خدا کے لئے جو وقت صرف کیا جاتا ہے۔ وہ عموماً" تھکے ہوئے اوقات میں سے اور مقدار میں بہت کم ہوتا ہے۔ پھر وہ اپنے وقت کا ایک حصہ کھانے پینے میں صرف کرتا ہے۔ اور مجبور ہے کہ ایسا کرے۔ کیونکہ خدا تعالیٰ نے اسے ایسا ہی بنایا ہے۔ وہ شخص جو دن کے ۱۰ یا ۱۲ گھنٹے بیوی بچوں کے لئے روٹی کمانے میں خرچ کرتا ہے۔ اس کے متعلق نہیں کہہ سکتے کہ اسلام کے خلاف کرتا ہے۔ وہ عین اسلام کے مطابق کرتا ہے۔ کیونکہ خدا نے انسان کو ایسا ہی بنایا ہے کہ وہ اپنے اوقات کا ایک حصہ اپنی اور اپنے لواحقین کی معاش پیدا کرنے میں صرف کرے۔ مگر اس کے متعلق یہ بھی نہیں کہہ سکتے۔ کہ خدا ہی کا کام کرتا ہے۔ باوجود اس کے کہ وہ خدا کے حکم کے ماتحت کرتا ہے۔ مگر وہ کام عبادت نہیں کہلا سکتی۔ کیونکہ یہ کام تو ایک دہریہ اور خدا تعالیٰ کا منکر بھی کرتا ہے۔ اور وہ بھی اس میں شامل ہے۔

اس سے معلوم ہوا کہ ایاک نعبد میں جس عبادت کا ذکر ہے وہ اور قسم کی عبادت ہے۔ اور عبادت صرف سجدہ اور رکوع نہیں ہے۔ کیونکہ اگر محض سجدہ کرلینا یا رکوع کرنا ہی عبادت ہوتی تو یہ کون سی مشکل تھی۔ بہت لوگ کہیں گے۔ چلو خدا کے آگے سجدہ کرلو کسی اور کے آگے نہ جھکے خدا ہی کے آگے جھک گئے۔ اس میں کیا حرج ہے۔ اس میں تو کم محنت پڑتی ہے۔ کیونکہ اور دس کے

آگے جھکنے کی نسبت ایک خدا کے آگے جھکنا آسان ہے۔ اس میں کم محنت ہوگی اور کون نہیں چاہتا کہ کم محنت اٹھائے۔ مگر بات یہ ہے کہ صرف خدا کے آگے جھکنا عبادت نہیں۔ گو خالص عبادت اسی کے لئے کی جائے نماز روزہ اسی کے لئے ہو۔ مگر صرف یہی کام کرنا اگر دوسروں کو ملا کر دیکھا جائے تو بہت آسان ہوگا۔ مسلمانوں میں سے ایسے لوگ ہیں جو نماز پڑھتے ہیں۔ اور پھر سنتیں سید عبدالقادر کے لئے پڑھتے ہیں وہ زیادہ عبادت کرتے ہیں۔ پس عبادت سے مراد محض نماز روزہ نہیں۔ بلکہ اس سے مراد کامل فرمانبرداری ہے۔ کامل انقطاع اور کامل تذلل ہے۔ اس طرح یہ نہیں کہہ سکتے کہ صرف ظاہری عبادت خداتعالیٰ کے لئے ہے۔ اس کو عبادت میں سے نکال نہیں سکتے۔ کیونکہ یہ بھی عبادت ہے۔ مگر صرف ان ظاہری اعمال کو عبادت نہیں کہہ سکتے۔ کیونکہ جس طرح ہم خداتعالیٰ کے یہ احکام مانتے ہیں۔ اسی طرح دوسروں کے احکام بھی مانتے ہیں۔ مثلاً" ایک شخص کسی کا ملازم ہوتا ہے تو اس کے احکام مانتا ہے۔ اور خداتعالیٰ کی نسبت اس کے احکام کی تعمیل میں زیادہ وقت صرف کرتا ہے۔ اس وجہ سے اس طرح کی عبادت صرف خدا کے لئے نہ ہوئی۔

اب سوال یہ ہے کہ وہ کیا طریق ہے کہ انسان دوسرے کاموں میں مصروف ہوتا ہوا بھی خداتعالیٰ کی عبادت میں لگا رہے۔ اور جس میں امکان ہو کہ اس کا ایاک نعبد کا دعویٰ صحیح ہو سکتا ہے۔ یہ ظاہر ہے کہ سوائے قلبی' ذہنی اور فکری عبادت کے اور کوئی عبادت ایسی نہیں ہو سکتی جو صرف خداتعالیٰ کے لئے ہو۔ کیونکہ یہ ممکن ہے کہ انسان کے ہاتھ پاؤں' آنکھ' کان زبان اور کاموں میں مصروف ہوں۔ مگر وہ اپنے دل کو محض اللہ تعالیٰ کی طرف لگائے رکھے۔ جیسے صوفیاء نے کہا ہے

دست در کار دل بایار

انسان دنیا کے کام کرے وہ بھی ایک رنگ میں عبادت ہے کیونکہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا ہے۔ جو شخص اپنی بیوی کو ایک لقمہ دیتا ہے یہ بھی اس کی عبادت ہے۔ اگر وہ اس نیت سے دیتا ہے کہ خداتعالیٰ کا حکم ہے کہ میں بیوی کو کھانے کے لئے دوں۔ پس اگر ایک انسان اپنی نیت درست کر لیتا ہے۔ اور اگر اپنے تمام کاموں میں جڑھ یہی قرار دے لیتا ہے کہ خداتعالیٰ کی عبادت کرے تو اس کا ہر کام عبادت کہلا سکتا ہے۔ اگر وہ روزی اس لئے کماتا ہے کہ خدا کا حکم ہے کہ خود کماؤ دوسروں پر بار نہ بنو۔ خدا کا حکم ہے کہ اپنی زندگی لغو نہ گذارو۔ خدا کا حکم ہے کہ اپنے آپ کو ہلاکت میں مت ڈالو۔ خدا کا حکم ہے کہ بیوی بچوں کی ضروریات مہیا کرو۔ اس نیت سے اگر وہ ظاہری کام کرتا ہے تو وہ خدا کی عبادت میں لگا ہوگا۔ پس معلوم ہوا کہ حقیقی عبادت قلب کے ساتھ تعلق رکھتی ہے۔ یہی وجہ ہے

کہ خدا تعالیٰ نے ایاک نعبد کے آگے ایاک نستعین فرمایا۔ بعض لوگ اس پر حیران ہوتے ہیں کہ عبادت کو پہلے رکھا گیا۔ اور استعانت کو بعد میں۔ حالانکہ استعانت پہلے طلب کرنی چاہئے تھی۔ تاکہ عبادت کرنے میں سہولت اور آسانی میسر آئے۔ مگر حق یہی ہے۔ جو ترتیب خدا تعالیٰ نے رکھی ہے وہی درست ہے۔ کیونکہ اعمال ظاہری پہلے ہوتے ہیں۔ اور بعد میں وہ حالت ہوتی ہے کہ اخلاص کامل ہو۔ قطع نظر اس سے کہ خدا تعالیٰ کا قانون جاری ہے۔ اور ہم اسے تسلیم کرتے ہیں۔ مگر خدا تعالیٰ نے انسان کو جو قدرت دی ہے۔ اسے مدنظر رکھتے ہوئے جانتے ہیں کہ انسان اپنے ارادہ سے کام کرتا اور نفس کو کام کرنے کے لئے مجبور کر سکتا ہے۔ مثلاً" جس قدر لوگ اس وقت یہاں بیٹھے ہیں ان میں سے کوئی نہیں کہہ سکتا کہ اس کے لئے یہاں سے اٹھ کر مسجد مبارک میں جانا ناممکن ہے۔ اگر اس کے ہاتھ پاؤں ثابت ہیں۔ کیونکہ ہم جانتے ہیں۔ دل خواہ کسی کام کو کتنا ہی نہ چاہے۔ خدا تعالیٰ نے انسان میں طاقت رکھی ہے کہ اگر وہ چاہے تو اپنے نفس کو وہ بات ماننے پر مجبور کر سکتا ہے۔ ایک ایسا شخص ہے جس کا دل نہیں چاہتا کہ نماز پڑھے۔ مگر وہ اپنے آپ کو مجبور کر سکتا ہے کہ کھڑا ہو۔ رکوع کرے۔ سجدہ کرے۔ ہاں جس بات پر انسان کا کوئی اختیار نہیں ہے وہ دل کی حالت ہے۔ مثلاً" ایک شخص کی ایک سے زیادہ بیویاں ہیں۔ وہ اپنے آپ کو مجبور کر سکتا ہے کہ سب کو مساوی باری دے۔ سب سے ایک جیسا سلوک کرے۔ لیکن اگر اس کے دل میں سب سے یکساں محبت نہیں۔ تو وہ اپنے دل کو مجبور نہیں کر سکتا کہ سب سے یکساں محبت کرے اور اس وقت تک ایسا نہیں کر سکتا جب تک ایسے حالات نہ پیدا ہو جائیں کہ اس کے دل کی حالت بدل جائے۔ یا مثلاً" ایک شخص ہے وہ بعض طبائع کو پسند کرتا اور ان کے ساتھ مل کر کام کر سکتا ہے۔ لیکن ایسا افسر آ جاتا ہے۔ جس سے اس کی طبیعت نہیں ملتی تو اس کے دل میں اس کی ہر بات کھٹکتی رہے گی۔ گو ظاہری طور پر اس کی اطاعت کر سکتا ہے۔ تو خدا تعالیٰ نے انسان کو یہ طاقت دی ہے کہ وہ ظاہری کاموں میں اپنے آپ کو مجبور کر سکتا ہے۔ اب اگر ایاک نعبد میں صرف ظاہری اعمال ہوتے۔ تو اس کے لئے ایاک نستعین کی ضرورت نہ تھی۔ مگر یہاں قلبی اطاعت مراد ہے۔ کیونکہ اصل عبادت قلب ہی کی ہے۔ اس لئے انسان کہتا ہے۔ الٰہی قلب کا بدلنا میرے اختیار میں نہیں ہے۔ اسے تو ہی بدل سکتا ہے۔ کیونکہ قلب تیرے ہی اختیار میں ہے میرے اختیار میں نہیں ہے۔ میں اپنے آپ کو عبادت کے لئے کھڑا کر سکتا۔ رکوع بھی کر سکتا ہوں۔ سجدہ بھی کر سکتا ہوں۔ مگر دل کو نہیں عبادت میں لگا سکتا۔ اسے تو ہی بدل دے۔ پس ایاک نستعین نے بتا دیا کہ یہ قلبی عبادت ہے۔ جہاں خدا کی مدد کے بغیر کچھ نہیں ہو سکتا۔

کوئی کہے ایسا شخص عبادت کے لئے کھڑا ہی کس طرح ہو سکتا ہے۔ جس کا دل نہیں مانتا۔ مگر جاننا چاہئے۔ انسان میں دو کیفیتیں ہوتی ہیں۔ ایک عقل کی اور ایک احساسات کی۔ عقل کو انسان مجبور کر سکتا ہے۔ مگر جذبات اور احساسات کو مجبور نہیں کر سکتا۔ جو عبادت کے لئے کھڑا ہوتا ہے وہ عقل اور دلیل سے یہ بات منوالیتا ہے۔ مگر دلیل سے محبت پیدا نہیں کی جا سکتی۔ محبت خدائی فعل سے ہی پیدا ہوتی ہے۔ اور اس کے باریک ذرائع ہیں اور ایسے باریک کہ انسان کے قبضہ میں وہ ایسے نہیں ہیں جیسے عقل اس کے قبضہ میں ہے۔ مثلاً" ایک شخص کے سامنے جب حضرت عیسیٰؑ کے فوت ہونے کے دلائل پیش کئے جائیں۔ اور وہ نہ مانے تو کہیں گے۔ کیسا پاگل ہے۔ ایسے زبردست دلائل نہیں مانتا۔ لیکن اگر کسی سے کہیں فلاں سے محبت کرو اور وہ نہ کرے تو یہ نہیں کہہ سکتے وہ پاگل ہے۔ اتنی دفعہ کہا ہے کہ فلاں سے محبت کرو مگر نہیں کرتا۔ کیونکہ ہم جانتے ہیں کہ دل میں محبت پیدا کرنا اس کے اختیار کی بات نہیں ہے۔ دیکھو خدا تعالیٰ رسول کریم ﷺ سے فرماتا ہے۔ اگر خدا کا فضل جاری نہ ہوتا اور تو ساری دنیا کا مال خرچ کر دیتا۔ تو بھی لوگوں کے دلوں میں اپنی محبت نہ پیدا کر سکتا۔ گو عقل یہ کہتی ہے کہ جو احسان کرے اس سے محبت کرو۔ مگر جذبات دل کو مجبور نہیں کیا جا سکتا۔ کہ اس طرح محبت پیدا ہو۔ چنانچہ ہم دیکھتے ہیں۔ رسول کریم ﷺ نے بعض لوگوں پر بڑے بڑے احسان کئے۔ مگر ان کے دلوں میں ذرا بھی محبت نہ پیدا ہوئی۔ عبداللہ بن ابی بن سلول اور اس کے ساتھیوں کے ساتھ رسول کریم ﷺ نے کیسے کیسے احسان کئے۔ مگر چونکہ وہ لوگ خدا تعالیٰ کے حضور **ایاک نعبد و ایاک نستعین** سچے دل سے نہ کہتے تھے۔ اس لئے ان کے دلوں میں رسول کریم ﷺ کی کچھ بھی محبت نہ پیدا ہوئی۔ ان کے دل میں جو یہ خیال تھا کہ ہم سے کوئی سلوک اور احسان نہیں کیا گیا۔ یہ محبت کی کمی کا ہی نتیجہ تھا اور کوئی عقلی دلیل یہاں کام نہ کر سکتی تھی۔ یہاں خدا کا فضل ہی کام دے سکتا تھا اور اسی نے مخلص صحابہ کا دل رسول کریم ﷺ کی طرف پھیر دیا تھا۔ حضرت عمروبن العاص جب فوت ہونے لگے۔ تو یہ کہہ کر رو پڑے کہ میں نہیں جانتا میرا کیا انجام ہوگا۔ ان کے بیٹے نے ان سے کہا۔ آپ نے بڑی بڑی خدمات کی ہیں۔ آپ کو اس قدر گھبراہٹ کیوں ہے۔ انہوں نے کہا۔ عبداللہ یہ ان کے بیٹے کا نام تھا۔ تمہیں نہیں معلوم مجھ پر کئی زمانے آئے ہیں۔ ایک وقت ایسا بھی آیا جب میں یہ بھی پسند نہ کرتا تھا کہ ایک چھت کے نیچے میں اور رسول کریم جمع ہوں۔ اس وقت مجھے رسول کریم سے بڑھ کر کوئی مبغوض نہیں نظر آتا تھا۔ اور اسی وجہ سے میں نے کبھی آپ کی شکل نہ دیکھی تھی۔ پھر ایک زمانہ مجھ پر ایسا آیا کہ خدا تعالیٰ نے میرا

دل کھول دیا۔ اس وقت ساری دنیا میں سوائے محمد ﷺ کے اور کوئی چیز مجھے محبوب نہ تھی۔ اس وقت محبت کی وجہ سے آپ کے جلال کے باعث میں نے آپ کی شکل نہ دیکھی۔ اب اگر کوئی مجھ سے رسول کریم ﷺ کا حلیہ پوچھے تو میں نہیں بتا سکتا اگر میں رسول کریمؐ کے وقت فوت ہو جاتا۔ تو اچھا ہوتا آپ کے بعد جھگڑے پیدا ہوگئے۔ معلوم نہیں مجھ سے کیا کیا غلطیاں ہوئیں یہ اللہ ہی جانتا ہے۔ اس سے ظاہر ہے کہ دل خدا ہی کے قبضہ میں ہیں اور وہی ان کو بدل سکتا ہے۔

پھر دیکھو کیا رسول کریم ﷺ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ پر اس وقت احسان کرنے شروع کئے تھے جب ان کے دل میں رسول کریم ﷺ کی محبت پیدا ہوئی۔ احسان تو آپ پہلے سے کرتے چلے آرہے تھے۔ بات یہ ہے کہ خدا کے فضل نے حضرت عمرؓ کے دل میں اس وقت محبت پیدا کر دی۔ اور جب محبت پیدا کر دی تو پچھلے احسان بھی نظر آنے لگ گئے۔ اب اگر ظاہری حالات کو دیکھا جائے تو حضرت ابو بکرؓ اور حضرت عمرؓ وغیرہ جو رسول کریم ﷺ کے حکم پر اپنے مال قربان کرتے تھے۔ کہہ سکتے تھے کہ ہم نے یہ احسان کیا۔ وہ احسان کیا۔ مگر اس کے مقابلہ میں وہ اپنے مال اور جانیں قربان کرکے کہتے ہم پر رسول کریم ﷺ نے بڑا احسان کیا کہ ہم کو ان خدمات کا موقعہ حاصل ہوا۔ دوسری طرف عبداللہ بن ابی کو مال ملتا تھا۔ مگر وہ یہ کہتا مجھ پر کوئی احسان نہیں کیا۔ بات یہی ہے کہ احساسات جذبات اور قلب سے تعلق رکھتے ہیں۔ اور یہ خدا ہی کے ہاتھ میں ہوتا ہے۔ اسی لئے خدا تعالیٰ نے مومن کو سکھایا ہے کہو۔ ایاک نعبد وایاک نستعین - ایاک نعبد سے انسان کی عقلی اصلاح ہوتی ہے۔ تب وہ ظاہری عبادت کرتا ہے۔ مگر اصل چیز محبت کا درجہ ہے۔ جو عمل کے بعد اس وقت آتا ہے جب اللہ تعالیٰ کی طرف سے مدد اور نصرت حاصل ہوتی ہے۔ اس لئے بتایا خدا ہی کی عبادت کرو۔ مگر ساتھ ایاک نستعین کہو یعنی خدا سے اپنے دل کی اصلاح چاہو۔ کیونکہ اس کے بغیر کوئی عبادت عبادت نہیں ہے۔

محبت کا جذبہ ایک ایسا جذبہ ہے کہ جب یہ پیدا ہو جائے تو پھر کسی دلیل کی حاجت باقی نہیں رہتی۔ مجھے سلسلہ احمدیہ کے ایک قابل قدر رکن کی بات جو فوت ہو چکے ہیں اور جن کا نام منشی روڑے خان تھا۔ بہت ہی پسند آئی۔ وہ اپنا واقعہ سناتے ہوئے کہتے مجھ سے کسی نے پوچھا۔ مرزا صاحب کے سچے ہونے کی تمہارے پاس کیا دلیل ہے۔ میں نے کہا اگر دلیل پوچھنی ہے تو کسی اور سے جا کر پوچھو۔ مجھے تو ایک ہی دلیل یاد ہے۔ اور وہ یہ کہ میں نے مرزا کا چہرہ دیکھا۔ وہ جھوٹا نہیں ہو سکتا۔ یہ محبت کا جذبہ تھا۔ پس محبت کے جذبات جن کے دل میں پیدا ہو جاتے ہیں۔ وہ ہر قسم کی

آفات سے جو ایمان کے ساتھ لگی ہوتی ہیں محفوظ ہو جاتے ہیں مگر محبت کے جذبات دلائل سے یا عقل سے پیدا نہیں کئے جاسکتے۔ بلکہ خداتعالیٰ کی طرف سے نازل ہوتے ہیں۔ اس میں ذہن اور عقل اور اعمال کا بھی دخل ہوتا ہے۔ مگر اصل چیز خداتعالیٰ کی مدد اور نصرت ہی ہے۔ کیونکہ وہی ان چیزوں کی وہ مقدار جانتا ہے جس کے بعد محبت کا درجہ دیتا ہے۔ اس لئے خداتعالیٰ سے ہی کہنا چاہئے کہ ہمیں اس مقام پر لے جاکہ ہماری اطاعت محبت کی اطاعت ہو۔ اور ہمیں وہ مقام عطا کر کہ جب انسان اس پر پہنچ جاتا ہے تو پیچھے ہٹ ہی نہیں سکتا۔ یہ ہے وہ فدائیت کا مقام جسے صوفیا فنا کہتے ہیں۔ اس وقت انسان اپنے وجود کو فنا کر دیتا ہے۔ اس وقت وہ عقل سے کام نہیں کرتا۔ کیونکہ عقل اس مقام سے پیچھے رہ جاتی ہے۔ وہ عقل سے سچائی اور راستی کا پتہ لگالیتا ہے۔ اور جب اسے اس کا پتہ لگ جاتا ہے تو پھر وہ اس مقام پر پہنچ جاتا ہے جہاں جذبات کا کام ہوتا ہے۔ اس جگہ پہنچ کر انسان ٹھوکر سے بچ جاتا ہے۔ کیونکہ جذبات دوسری طرف بھی اپنا کام کر رہے ہوتے ہیں۔ ایک دفعہ میں نے رؤیا میں دیکھا کہ ایک چبوترہ پر حضرت مسیح کھڑے آسمان کی طرف دیکھ رہے ہیں۔ اوپر سے حضرت مریم اتریں۔ اور ان سے آکر گلے مل گئیں۔ اس وقت میری زبان سے یہ فقرہ نکلا
Love Creats Love محبت محبت سے پیدا ہوتی ہے۔ پس جب انسان کے دل میں محبت کے جذبات پیدا ہوتے ہیں تو خداتعالیٰ کی طرف سے بھی اس کی محبت کے سامان پیدا ہو جاتے ہیں۔ اور پھر ان ارواح میں بھی محبت پیدا ہو جاتی ہے جن سے وہ شخص محبت کرتا ہے۔ کیونکہ خداتعالیٰ انہیں ان سے محبت کرنے کی تحریک کرتا ہے عقلی اور ذہنی سلوک تو انسان زندوں سے کر سکتا ہے مُردوں سے نہیں کر سکتا۔ مگر محبت کا سلوک مُردوں سے بھی کر سکتا ہے۔ بلکہ زندوں کی نسبت زیادہ کر سکتا ہے اور وہ بھی اس سے محبت کا سلوک کرتے ہیں۔ اس وقت انسان ایسے مقام پر پہنچ جاتا ہے کہ اس کے لئے زندہ تو زندہ ہوتے ہی ہیں مُردہ بھی زندہ ہو جاتے ہیں اور وہ ایسے مقام پر ہوتا ہے کہ گو اس کا جسم مُردوں سے دور ہوتا ہے مگر ان کی روحیں اکٹھی ملی ہوتی ہیں۔

پس ہماری جماعت کے لوگوں کو چاہئے کہ وہ اپنی عقلی، فکری اور عملی اصلاح کے بعد خداتعالیٰ سے یہ دعائیں مانگیں کہ ایسا جذبہ عطا ہو کہ ان کا ہر کام خدا ہی کے لئے ہو۔ اور خدا سے ان کا تعلق عقل کے ساتھ نہ ہو بلکہ عشق سے ہو۔ یعنی ایسی آگ لگی ہوئی ہو کہ ایک دم کی دوری بھی جلا دے۔ اس کے بعد انہیں وہ صراط مل جائے گی جس سے پیچھے نہیں لوٹیں گے۔

پس میں دوستوں کو اس طرف توجہ دلاتا ہوں کہ وہ اپنے ظاہری اعمال پر نہ رہیں۔ اور نہ عقل

و فکر پر تکیہ کریں۔ بلکہ وہ جذبہ پیدا کریں جس کے پیدا ہونے کے بعد قدم کبھی پیچھے نہیں ہٹ سکتا اور خدا تعالیٰ کے حضور ایسی محبت پیدا ہو جائے کہ ہماری اس سے دوری ہونے کو وہ بھی پسند نہ کرے اور ہمیں اپنے سے دور نہ جانے دے۔

(الفضل ۱۶ مارچ ۱۹۲۶ء)

ا۔ مسلم کتاب الایمان باب کون الاسلام یھدم ما قبلہ و کذا الہجرۃ - مہاجرین حصہ دوم معین الدین ندوی صہ ۱۵۲